تفسیر ''احسن التفاسیر'' کا منہج اور ممیّزات وخصائص (تحقیق وتجزیہ)

Tafsir "Ahsan ut Tafasir", Its Methodology & Characteristics (Research & Analysis)

ڈاکٹر میمونہ تبسم☆

Abstract

The Tafsiri literature of subcontinent varies in respect of its quality and quantity. It has a wide deep range. Many scholars have contributed to this field. In this literature, three trends are dominant; these tafsiri trends demonstrate specific impressions of the individual a Mutassir. As such we have mystical interpretation, jurisprudential and scientific interpretation and theological interpretation. All reflecting the mind of their mufassirun.

In the mystical writings, the writers narrate the hidden meanings of the Qur'an which are difficult for a common man to understand. In jurisprudential Tafsir, the Islamic laws and the related affairs are discussed and explained. Moreover, different sects in Islam are interpret Qura'an according to their school of thought.

In theological interpretations, the words of Qur'an are explained in the context of the Qur'an itself or the sayings of The Holy Prophet(PBUH). This type of interpretation is called "Tafsir Bilmasur".

Maulana Sayyed Ahmad Hasan Mahaddis Dehlavi,s Tafseer-e-Qur'an "Ahsan-ul-Tafaseer" is representative of Tafseer Bilmasur.

His Tafseer enjoys very prominent place among the Tafseeri literature of sub-continent. To explain and interpret the "aspects" of the Holy Qur'an, Maulana has heavily relied upon and benifitted greatly from The Qur'an, saying of The Holy Prophet, his companions (Sahaba kiram) and Tabeen and ancient Arabic language.

In this research article, the salient features of "Ahsan-ul-Tafaseer" are discussed.

پاک وہند کا تفسیری ادب اپنی کمیت وکیفیت کے اعتبار سے بہت متنوع اور وسیع ہے۔ جس میں مختلف جہات میں یہاں کے علماء کرام کی عرق ریزی کا نتیجہ سامنے آتا ہے کہ کس طرح انہوں نے قرآنی علوم کے بحر زخار سے علمی در نایاب کو چن کر اس کتاب عظیم کی خدمت کی ہے۔ برصغیر کے تراجم وتفاسیر مختلف رجحان اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں سے تین طرح کے رجحانات غالب ہیں۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور، لاہور، پاکستان۔

متصوفانہ رجحان

یہ تفسیر اشاری یا فیضی یا رمزی رجحان سے ملقب ہے۔اس کے حاملین کے بعض اہل علم کا شمار اہل بصیرت میں ہوتا ہے اور یہ ایسے مخفی اشارات اور مدلولات کو اپنے دامن میں لئے ہوتی ہے جو صرف ان حضرات کے اذہان میں جلوہ گر ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے اسرار کا ادراک دیا۔بعض علماء اسے کمال معرفت وعرفان کہتے ہیں۔یعنی ایسے مخفی اشارات، جن کے عارف صرف اہل تصوف وسلوک ہی ہوتے ہیں۔اس بنیاد پر قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنا جو اس کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہو مگر ظاہری و باطنی مفہوم میں تطبیق یعنی موافقت ممکن ہو(۱)۔اگر اس قسم کی تاویلات میں خواہشات نفس کو دخل نہ ہو تو بعض شرائط کے تحت علماء اس کے جواز کے قائل ہیں:

۱۔ یہ تاویل معنی ظاہری کے جو اسلوب قرآن کے مطابق ہیں معارض ومنافی نہ ہوں

۲۔ یہ دعویٰ نہ کیا جائے کہ صرف یہی معنی صحیح ہیں ظاہری معنی کی حیثیت واعتبار نہیں۔

۳۔ تاویل ایسی سخت نہ ہو جس کے الفاظ قرآنی متحمل نہ ہوں۔

۴۔ شرعی یا عقلی تعارض نہ ہو(۲)۔

لیکن اس رجحان کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ چونکہ ارباب تصوف اس بات کے قائل رہے ہیں کہ ان کے نظریات ومعتقدات عوام میں مقبول ہوں۔اس لئے وہ مقدور بھر اس بات کے لیے کوشاں رہے کہ قرآن سے ان کے افکار طریقت کا اثبات ہو جو بظاہر شریعت سے مطابقت نہیں رکھتے۔چنانچہ وہ قرآنی آیات کو بتکلف وہ معنی پہنانے کی سعی کرتے ہیں جو خلاف ظاہر اور عربی لغت کے منافی ہو۔اس تفسیری رجحان کا مؤسس و بانی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کو گردانا جاتا ہے(۳)۔

تصوفانہ رجحان کی حامل پاک وہند کی نمائندہ تفاسیر درج ذیل ہیں:

۱۔ کاشف الحقائق وقاموس الدقائق۔۔۔از شیخ محمد بن احمد تھانیسری (م ۶۸۴ھ)۔

۲۔ تفسیر ملتقط۔۔۔از سید محمد حسین گیسودراز (م ۸۲۸ھ)۔

۳۔ منبع عیون المعانی ومطلع شموس المثانی۔۔۔از شیخ مبارک بن خضر ناگوری (م ۱۰۰۱ھ)۔

فقیہانہ رجحان

وہ تفسیری رجحان جس میں قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر کی گئی ہے جو فقہی احکام ومسائل پر مشتمل ہوں۔جس میں اہمیت استنباط احکام کو دی گئی ہوتی ہے تا کہ قرآن کا ضابطہ قانون پوری تفصیل سے سامنے آجائے۔اس کو تفسیر کا فقہی رجحان کہا جاتا ہے۔فقہی مذاہب کے باقاعدہ ظہور سے قبل فقہی تفسیر سادہ نوعیت کی تھی اور اس میں شخصی رجحان کا عمل دخل

نہیں تھا۔ڈاکٹر محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

''فقہی تفسیر کے تاریخی مراحل کا جائزہ لینے سے واضح ہوجاتا ہے کہ نزول قرآن کی ابتداء سے لے کر فقہی مذاہب کے قیام تک یہ تفسیر ذاتی اغراض وخواہشات سے بعید رہی۔پھر اس کے بعد فقہی مذاہب کے زیر اثر اس میں تنوع پیدا ہوگیا۔اور یہ مختلف انواع میں تقسیم ہوگئی۔چنانچہ اہل سنت کی متنوع تفسیر ابتداً تعصب سے پاک تھی۔بعد میں وہ بھی اس تعصب میں ملوث ہوتی چلی گئی۔اسی طرح ظاہر کی فقہی تفسیر صرف اس بات پر قائم ہے کہ قرآن مجید کے صرف ظاہری مفہوم پر اکتفاء کیا جائے اور کسی بھی صورت میں عدول نہ کیا جائے،خوارج اور شیعہ کی فقہی تفسیر خاص نوعیت کی ہے۔ان مذاہب وفرق میں سے ہر ایک اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ قرآنی آیات کی تاویل اس انداز میں کی جائے کہ وہ ان کے مخصوص نظریات کی مؤید نظر آئے یا کم ازکم ان کے نظریات کے خلاف نہ ہوں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگ آیات کی تاویل میں اس طرح کھینچا تانی سے کام لینے لگے جس سے قرآنی الفاظ اپنے معنی ومدلول سے دور نکل گئے (۴)۔

فقیہانہ رجحان کی نمائندہ تفاسیر درج ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر احمدیہ۔۔۔از ملاجیون،ان کا نام احمد (م ۱۱۳۰ھ)

۲۔ تفسیر مظہری۔۔۔از قاضی ثناءاللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)۔

۳۔ **نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام** از نواب صدیق حسن (م ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)۔

محدثانہ رجحان

تفسیر کے اس رجحان سے مسلمانوں کو شروع سے خصوصی شغف تھا،کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک ہی درحقیقت قرآن کی شارح ہے قرآن کا جو مفہوم آپ ﷺ سے منقول ہے اس کو بیان کرنا یا دوسرے لفظوں میں قرآن کی تفسیر احادیث مبارکہ کے ذریعے کرنا عرف عام میں تفسیر بالمأثور کہا جاتا ہے اور اس کو محدثانہ تفسیری رجحان کہا جائے گا۔

تفسیر بالمأثور کے رجحانات کی چند نمائندہ تفاسیر درج ذیل ہیں:

۱۔ فتح البیان از نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)۔(عربی)

۲۔ ترجمان القرآن از نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)۔(اردو)

۳۔ مواہب الرحمٰن از سید امیر علی ملیح آبادی (م ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء)۔

۴۔ احسن التفاسیر از مولانا سید احمد حسن محدث دہلویؒ (۱۲۵۸ھ/۱۸۳۹ء)۔

زیر تحقیق تفسیر ''احسن التفاسیر'' برصغیر پاک وہند کے مذکورہ بالا تفسیری رجحانات میں سے محدثانہ رجحان کی ترجمان تفسیر ہے۔موجودہ مقالہ میں اسی تفسیر کے تفسیری منہج کے حوالہ سے ایک جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

الف۔ تفسیر القرآن بالقرآن

تفسیر احسن التفاسیر میں مولانا سید احمد حسن محدثؒ نے جس رجحان کو اپنایا ہے اس کے مدنظر ان کی یہ تفسیر ''تفسیر بالماثور'' کے زمرے میں آتی ہے۔ ایسی تفاسیر کا پہلا ماخذ قرآن ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ تفسیر القرآن بالقرآن تمام طرق سے بہتر اور علمیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہے۔ اس لیے یہ طریقہ کلام ربانی کی تفسیر کے لیے نہایت عمدہ اسلوب ہے۔ امام ابن تیمیہؒ عمدہ اور صحیح ترین تفسیر کے مختلف طریق کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

'' ان اصح الطرق فی ذٰلک ان یفسر القرآن بالقرآن فما اجمل فی مکان فانه قد فسر فی موضع آخر وما اختصر فی مکان فقد بسط فی موضع آخر ''(۵)۔(تفسیر قرآن کا سب سے صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر، خود قرآن سے کی جائے کیونکہ قرآن کریم میں جس بات کا ایک جگہ اجمالاً تذکرہ ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کردی گئی، اسی طرح اگر ایک بات کو کسی جگہ اختصار سے بیان کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی وضاحت کردی گئی ہے)۔

اسی نسبت سے الشیخ مناع القطان جہاں قرآن کی تفسیر کے طریقے بیان کرتے ہیں وہاں قرآن کریم کی تفسیر کا صحیح ترین طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''صحیح طریقہ قرآن کی تفسیر کا یوں ہے کہ اول تو قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے پھر حدیث صحیح سے اور پھر آثار صحابہؓ سے''(۶)۔

مولانا سید احمد حسن، تفسیر قرآن بالقرآن کے سلسلے میں جو اسلوب اپنایا ہے وہ کچھ یوں ہے:

ا۔ مجمل کی وضاحت

مولانا سید احمد حسن نے اپنی تفسیر میں متعدد مواقع پر، سلف صالحین کی پیروی کرتے ہوئے مجمل آیات کی تفسیر کے لیے تفسیر القرآن بالقرآن کے طریقہ کو اختیار کیا ہے اور قرآن کے مجمل مقامات کی وضاحت کے لیے مفصل مقامات کا استعمال کیا ہے چند مقامات کا بطور مثال تذکرہ کیا جاتا ہے۔

فرمان الٰہی ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلاَّ قَلِيلاً مِّنكُمْ وَأَنتُم مِّعْرِضُونَ﴾(۷)۔

مولانا سید احمد حسن محدثؒ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں بنی اسرائیل سے جن باتوں کا جو عہد لیا تھا، ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک توحید کا مسئلہ تھا۔ اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے سورۃ النحل کی آیت کو وضاحت کے لیے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''ان مسئلوں میں پہلا مسئلہ توحید کا ہے کہ اللہ کو وحدہ لا شریک له جاننا اور اس کی

عبادت میں کسی کوشریک نہ کرنا، یہ حکم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رسول کی امت کو دیا ہے۔

چنانچہ سورہ النحل میں فرمایا ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (۸)۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام امتوں میں جو رسول اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں ان کی امتوں کو یہی بات سمجھانے کو بھیجے ہیں کہ اللہ ہی کی خالص عبادت کریں اور شرک سے دور رہیں۔ سوا اللہ کے جس چیز کی پوجا کی جاوے اس کو عربی میں طاغوت کہتے ہیں'' (۹)۔

۲۔ الفاظ کے متعدد معانی

قرآن کی بعض آیتوں کے کسی ایک لفظ کی کئی مرادیں ہوں تو اس لفظ کی تفسیر قرآن ہی کی دوسری آیتوں سے کی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْلاَ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ٥ الَّذِينَ آمَنُواْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (۱۰)۔

اس آیت کی تفسیر میں لفظ ''ذکر'' کے مطالب یوں بیان کیے گئے ہیں:

''مفسروں نے ذکر اللہ سے قرآن مجید مراد لیا ہے کیونکہ اکثر جگہ خدا نے اپنے کلام میں ذکر کا لفظ ارشاد کیا ہے اور وہاں قرآن مجید سمجھا جاتا ہے جیسے: ﴿هٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ﴾ (۱۱)۔

تو مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ ایمان دار قرآن کو پڑھتے ہیں یا دوسروں کو پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کے دل کو نہایت اطمینان ہوتا ہے کیونکہ جن باتوں پر آدمی کو پورا یقین ہو جاتا ہے تو ان باتوں سے اس کا اطمینان ہو جاتا ہے اس لیے جن لوگوں کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا یقین نہیں قرآن کی باتوں سے ان کا اطمینان نہیں ہو سکتا۔

یہاں ایک یہ شبہ ہوتا ہے کہ سورۃ انفال کی آیت: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ (۱۲) میں ہے کہ خدا کے ذکر کے وقت مومنوں کے دل بھر آتے ہیں اور ڈر جاتے ہیں یہ اس آیت کے خلاف ہے کیونکہ اس آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت ایمانداروں کے دل میں اطمینان پیدا ہو جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان دونوں آیتوں میں فرق معلوم کر لیا جائے۔ سورۃ انفال کی آیت میں خدا کے عذاب کی یاد اور ذکر مراد ہے اور یہاں اس کی رحمت اور جنت و انعام کے وعدے مراد ہیں اس لئے اس آیت میں خوف کا ذکر کیا گیا اور اس آیت میں نرمی اور اطمینان کا بیان کیا گیا'' (۱۳)۔

۳۔ موضوع کے متعلق متعدد آیات کا ذکر

اگر کسی آیت کی تفسیر میں اسی موضوع کے متعلق متعدد آیات ہوں تو ان آیات کو جمع کر کے اس کی روشنی میں تفسیر

کرتے ہیں جیسے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَى أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ o قَوْمَ فِرْعَوْنَ أَلَا يَتَّقُونَ o قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ o وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَارُونَ ﴾ (۱۴)۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں حضرت موسیٰ کا فرعون کے پاس جانے کے بارے میں جو عذر پیش کیا تھا اس واقعہ کی تفصیل بیان کرنے کے لئے مولانا سید احمد حسن محدثؒ نے کئی آیات بیان کی ہیں۔

لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف جانے کا حکم دیا اور پکارا اس کو کوہ طور کے داہنے طرف سے اور کلام کیا اور اس کے ساتھ اور رسول بنایا اس کو اور چن لیا اس کو، اس کے حکم کی تعمیل کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے جو عذر کیا وہ یہ تھا کہ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ فرعونی لوگ مجھ کو جھٹلاویں اور مجھ کو غصہ آ جاوے اور میں طاقت لسانی بھی نہیں رکھتا کیونکہ بوجہ لکنت کہ صاف بول نہیں سکتا اس لیے میرے ساتھ ہارون علیہ السلام کو بھی رسول بنایا جاوے علاوہ اس کے فرعون والوں کا مجھ پر یہ الزام ہے کہ میں نے ان کا ایک آدمی مار ڈالا تھا اس واسطے مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل کر ڈالیں''۔

یہ عذر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کیے اور ان عذروں کے دور کرنے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی جس کا ذکر سورۃ طہٰ میں ہے: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي o وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي o وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي o يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴾ (۱۵) مطلب یہ ہے کہ یا اللہ میرے دل میں سخت باتوں کی برداشت پیدا کر دی جاوے تا کہ میں نبوت کی خدمت کو بردباری سے ادا کر سکوں اور میری زبان میں جو توتلاپن ہے جاتا رہے تا کہ پیغام نبوت پورا ادا ہو۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَى ﴾ (۱۶) جس کا مطلب یہ ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تمہاری التجا قبول ہوگئی حضرت موسیٰؑ نے سینے کی کشادگی کا سوال اس واسطے کیا کہ غصہ نہ آئے اور زبان سے گرہ کا کھلنا اس واسطے چاہا کہ بچپن میں زبان جل گئی تھی اچھی طرح بات نہ کر سکتے تھے' (۱۷)۔

۴۔ ظاہری تعارض کی تطبیق

مولانا سید احمد حسن محدث نے آیات کے درمیان ظاہری تعارض ہو تو اسے قرآن کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴾ (۱۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اس آیت کے دوسرے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ جو لوگ اوروں کے دل بہکاتے ہیں ان پر قیامت میں دوگنا عذاب ہوگا ان کے گناہوں کا جدا ہوگا اور بہکانے کا جدا ہوگا اس کی صراحت اس حدیث میں بھی ہے جو حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت سے آگے آتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس

شخص نے کوئی ہدایت کا کام لوگوں میں پھیلایا اس کی نیکی کا اجر خدا دیوے گا اور اس کی ہدایت کے سبب سے جتنے لوگ نیک راہ لگیں گے اور اگر اجر پاویں گے اسی قدر اجر اس کو خدا بھی اپنے پاس سے دیوے گا نیک راہ پر آنے والوں کا ثواب کچھ نہیں گھٹنے کا، یہی حال بدی کے پھیلانے والے شخص کی سزا کا ہے غرض اس حدیث میں صاحب وحی ﷺ نے جب آیت کے معنے کی صراحت فرمادی ہے تو اب یہ شبہ باقی نہ رہا کہ یہ آیت ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى'' (١٩) کے مطلب کے ساتھ کیوں کر موافق ہے کس لئے کہ بدی پھیلانے والے نے دو کام کئے تھے ایک خود بدی کی دوسرے اوروں کو بدی کی راہ سے لگایا اس لئے اس کو دونوں طرح کے عملوں کی سزا ملی کسی دوسرے کا بوجھ اس پر نہیں ڈالا گیا اس لئے یہ آیت سورۃ والنجم کی آیت ﴿أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ (٢٠) کے مخالف نہیں ہے کیوں کہ اوپر کی حدیث میں صاف یہ آچکا ہے: کہ گناہوں پر بہکانے والوں کے گناہ جوں کے توں رہویں گے'' (٢١)۔

۵۔ مختلف مثالیں

قرآن مجید میں مثالوں کے ذریعے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ صاحب تفسیر نے ان مثالوں کی تفسیر دوسرے مقامات سے کی ہے مثلاً:

١۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى وَأَوْرَثْنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْكِتَابَ ٥ هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (٢٢)۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کی مثال بیان ہوئی ہے۔ اس کا مطلب واضح کرنے کے لیے قرآن مجید کی دوسری آیات کو پیش کیا ہے۔

''اس آیت میں رسولوں اور ایمان والوں کی مدد کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اس مدد کی ایک مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی بیان فرمائی اور فرمایا کہ بیشک دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت ''ہدیٰ'' سے مراد توریت اور نبوت ہے جس طرح اس آیت میں فرمایا: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ﴾ (٢٣) اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک اتارا ہم نے توراۃ کو اس میں ہدایت اور نور ہے اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا بعد اس ذلت اور خواری کے کہ جس میں وہ مبتلا تھے فرعون کے تمام شہروں اور مال و زمین کا ان کو وارث بنایا اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کی کتاب و رسول علیہ السلام کی تابعداری پر صبر کیا اور جس کتاب کے وہ وارث کیے گئے تھے۔ اس میں ان کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل کامل عطا فرمائی ہے'' (٢٤)۔

٦۔ محذوفات

مولانا سید احمد حسنؒ نے ''احسن التفاسیر'' میں بعض جگہ پر محذوفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے

فرمان:﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنذِرِيْنَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُواْ فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلاَّ الَّذِيْنَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْياً بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُواْ لِمَا اخْتَلَفُواْ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾(۲۵) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اس آیت میں اتنی بات محذوف ہے کہ جب سے لوگوں نے توحید چھوڑ کر بت پرستی اور آپس کا اختلاف شروع کیا ہےاس وقت سے اللہ تعالیٰ نے صاحب شریعت انبیاء کو بھیجنا شروع کیا چنانچہ سورہ یونس کی آیت ﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلاَّ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُواْ وَلَوْلاَ كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُونَ﴾(۲۶) میں اللہ تعالیٰ نے اس محذوف کو ذکر کیا اس لئے حاکم نے اپنی مستدرک میں اسی مضمون کی حدیث کی روایت کی ہے اور صحیح کہا ہے اور عبداللہ بن مسعود کی قرأت بھی یہ ہے ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ﴾(۲۷)۔

کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں۔ پانچ رسول حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، محمد رسول اللہ ﷺ اولوالعزم کہلاتے ہیں اور صحائف کو ملا کر ایک سو چار کتابیں آسمان سے اتری ہیں''(۲۸)۔

۷۔ مختلف قراءتیں

مولانا سید احمد حسن محدثؒ بعض آیات کی تفسیر میں مختلف قرأتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:
﴿فَلَمَّا جَاءهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِن قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ﴾(۲۹)۔

لکھتے ہیں: اس تفسیر کی صورت میں ﴿قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا﴾ کی قرأت پڑھی جاوے گی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو کہا کہ دونوں جادوگر ایک دل ہو گئے ہیں اور ہم اون کے منکر ہیں اور دوسری قرأت سحران کی ہے جس کی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ہے اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ قریش نے توریت اور قرآن شریف دونوں کا جادو بتلایا آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے رسول اللہ ﷺ ان مشرکوں سے کہو کہ تم لوگوں کو توریت اور قرآن شریف سے بہتر کوئی کتاب معلوم ہو تو پیش کرو آخری قرأت قرآن کے مضمون سے بہت مطابقت رکھتی ہے''(۳۰)۔

یہ تھا مولانا سید احمد حسنؒ کا منہج تفسیر القرآن بالقرآن جس کو مع امثلہ بیان کر دیا گیا۔ آئندہ صفحات میں مولانا

سید احمد حسن محدثؒ کا منہج تفسیر القرآن بالحدیث پیش کیا جائے گا۔

ب۔ تفسیر القرآن بالسنہ

قرآن کریم کے بعد تفسیر بالماٗ ثور کا اہم ترین مصدر و ماخذ احادیث نبویہ ﷺ ہیں جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ''اگر اس میں تم کامیاب نہ ہوسکو (یعنی قرآن کریم کی تفسیر تمہیں قرآن میں نہ مل سکے) تو سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرو جو قرآن کی شرح و تفسیر کرتی ہے'' (۳۱)۔

گویا قرآن کریم کی جو تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اس کے بعد تفسیر رسول کا درجہ ہے ارشاد ربانی ہے ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (۳۲) (اور ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کے لیے آپ ﷺ ان مضامین کی وضاحت کریں جو آپ ﷺ کی طرف اتارے گئے ہیں)۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ (۳۳) (اور ہم نے یہ کتاب اسی لیے نازل کی ہے تا کہ آپ ﷺ ان کو وہ باتیں کھول کر بتا دیں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے)۔

مذکورہ بالا آیات واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر و تشریح کرنا آنحضور ﷺ کا اہم کام تھا۔ آپ جو کچھ بھی تفسیر فرماتے وہ من جانب اللہ ہوتی تھی اس پر وحی غیر متلوا (احادیث و سنن) کا اطلاق ہوتا ہے اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: '' **الا انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ** '' (۳۴) (خبردار! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ)۔

یہاں ''مثلہ معہ'' سے مراد ''حدیث و سنت'' ہے اور یہ بھی آپ ﷺ پر قرآن مجید کی طرح بذریعہ وحی نازل ہوتی تھی۔ ان دونوں وحی کے نزول میں فرق صرف اتنا تھا کہ ''قرآن کی تنزیل الفاظ کے ساتھ تھی اور سنت میں مطالب و مفاہیم اور معانی کی آپ ﷺ پر وحی ہوتی۔ جسے آپ ﷺ اپنے الفاظ یا اعمال سے ظاہر فرماتے (۳۵)۔

احادیث اور سنن رسول ﷺ میں جن کاموں کے کرنے اور جن کاموں کے نہ کرنے کا جو حکم ہے اس کی اصل کسی نہ کسی صورت میں قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: '' **کل ما قال بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو مما فھمہ من القرآن** '' (۳۶) (رسول اللہ ﷺ نے جو حکم بھی دیا ہے وہ قرآن ہی سے ماخوذ ہے)۔

مذکورہ بالا دلائل سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حدیث حجت ہے اور قرآن کی تفسیر کا بنیادی ماخذ بھی ہے، مولانا

سید احمد حسن محدثؒ چونکہ حدیث میں درک رکھتے تھے اور نصوص سے واقف بھی تھے، اسی لیے انہوں نے قرآنی آیات کی تفسیر میں جا بجا احادیث کا تذکرہ کیا ہے، لہذا تفسیر القرآن بالحدیث کے سلسلہ میں ان کے منہج کو پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ متعدد احادیث

مولانا سید احمد حسن محدث قرآن کی آیت کی تفسیر کے لیے مختلف احادیث پیش فرماتے ہیں تاکہ قرآن کے فرمان کا معنی و مفہوم بالکل واضح ہو جائے ایسے ہی اسلوب پر مبنی چند مقام تحریر کیے جاتے ہیں:

ا۔ آیت: ﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللّهِ إِنَّ اللّهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللّهُ بِقَوْمٍ سُوءاً فَلاَ مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ﴾ (۳۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہر شخص کی حفاظت کے لئے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے ہر انسان پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں صبح کی نماز کے وقت دن کے فرشتے اور عصر کے وقت رات کے فرشتے آن کر چوکی بدلوا دیتے ہیں۔ معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حفاظت کے فرشتے ان سب صدموں اور آفتوں سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں جن صدموں اور آفتوں سے اس کی قسمت میں بچنا لکھا ہے اور جب تقدیری آفت آنے والی ہوتی ہے جس سے حفاظت کرنے کا کوئی حکم اللہ کا نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں فرشتے حفاظت چھوڑ دیتے ہیں'' (۳۸)۔

۲۔ احادیث کے درمیان تطبیق

مولانا سید احمد حسنؒ محدث تفسیر القرآن بالحدیث، کے سلسلہ میں، قرآن کے حکم کی تفسیر کے لیے مختلف احادیث پیش فرماتے ہیں اگر ان احادیث کے درمیان تعارض ہو تو تطبیق بھی فرماتے ہیں:

آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَينِ﴾ (۳۹) کے ضمن میں کئی احادیث پیش کی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں: ''چنانچہ ابو ہریرہؓ کی اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مونڈھوں تک ہاتھ دھو کر یہ فرمایا کہ قیامت کے دن وضوء کے اعضاء میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک چمک پیدا ہو جائے گی اس لئے جس سے ہو سکے وہ اپنی اس چمک کو بڑھائے۔ بعض علماء نے ابو ہریرہ ہب کے اس فعل پر اعتراض کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ کا یہ فعل عمرو بن شعیبؓ کی اس حدیث کے مخالف ہے جو مسند امام احمد، نسائی، ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضوء کی حد سے بڑھا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اس کا جواب اور علماء نے یہ دیا ہے کہ عمرو بن شعیبؓ کی

اس حدیث میں وضوء کو تین دفعہ دھونے کی حد کا ذکر ہے اس لئے اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اس تین دفعہ کی حد سے بڑھا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا کہ وہ اسراف میں پکڑا جائے گا۔ غرض ابو ہریرہ کی حدیث میں اور عمرو بن شعیبؒ کی حدیث میں کچھ مخالفت نہیں ہے۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث پر ایک یہ اعتراض تب ہے کہ ابو ہریرہؓ اپنے اس فعل میں تن تنہا ہیں کسی اور صحابی سے یہ فعل پایا نہیں جاتا۔ یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی صحیح روایتوں میں یہ فعل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی موجود ہے (۴۰)''۔

۳۔ احادیث پر صحت وضعف کا حکم

مولانا سید احمد حسن محدثؒ، تفسیر القرآن بالحدیث کے سلسلے میں، موضوع سے متعلقہ مختلف روایات کی صحت و ضعف کا حکم بھی واضح کر دیتے ہیں، بعض اوقات کسی حدیث کی قسم کی تعریف بھی کرتے ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ اللَّهَ لاَ يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلاً مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُواْ فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَـذَا مَثَلاً يُضِلُّ بِهِ كَثِيراً وَيَهْدِي بِهِ كَثِيراً وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلاَّ الْفَاسِقِينَ﴾ (۴۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس مدنی سورت میں منافقین اور ان کے ساتھی یہود کے ذکر کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائیں تھیں۔ ایک جنگل اور اندھیرے میں آگ سلگانے کی دوسری کڑک اور بجلی کی۔ اور اس سورت سے پہلے مکہ میں جو قرآن کا حصہ نازل ہوا تھا اس میں مکھی مکڑی اور مکڑی کے گھر کی مثالیں تھیں۔ قرآن شریف کے منکر لوگ اس پر طعن کرتے تھے کہ جس کلام میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہو وہ کلام الٰہی کیونکہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا جواب دیا ہے کہ مخلوق ہونے میں حقیر اور صاحب شان چیزیں سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے مثال بیان کرے اس پر طعن نافہمی ہے۔

ترمذی میں سہل بن سعدؓ سے روایت ہے جس کا اصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ساری دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک اگر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا دنیا میں نہ ملتا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے اس غریب طریق کو بھی قوت ہو جاتی ہے۔ محدثین کے نزدیک غریب حدیث وہ ہے جس کو کسی ثقہ سے ایک منفرد شخص روایت کرے'' (۴۲)۔

ج۔ تفسیر القرآن بالرائے

مولانا سید احمد حسنؒ نے احسن التفاسیر میں اپنی رائے سے کوئی تفسیر نہیں کی ہے البتہ بعض مواقع پر حوالہ کے بغیر آیت کی تفسیر کی ہے، جو کہ مختلف آیات اور مستند روایات کا خلاصہ ہے۔ مثلا:

۱)	اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُواْ بِمَا أنَزَلَ اللّهُ بَغْياً أَن يُنَزِّلُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَآؤُواْ بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (۴۳)۔

اس آیت میں ﴿فَبَآؤُواْ بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ کا غصہ پر غصہ اس لیے ہوا کہ ایک تو ان یہود لوگوں نے اللہ کی کتاب تورات کی آیتوں کو بدل ڈالا۔ دوسرے انجیل کے کتاب الٰہی اور حضرت عیسیٰ کے نبی ہونے کا انکار کیا۔ تیسرے نبی آخر الزمان کو نبی برحق اور قرآن کو کتاب الٰہی جان کر محض اس حسد سے ان کے منکر ہوئے کہ ہماری قوم میں مدت سے نبوت چلی آتی تھی، غیر قوم بنی اسمٰعیل میں یہ نبوت کیوں گئی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان باتوں سے انہوں نے اور کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ خود آپ ہی ذلت کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ ذلت کا عذاب اس لیے فرمایا کہ یہود نے اس تکبر، نخوت اور خود پسندی کے سبب سے نبی آخر الزمان کی نبوت کا انکار کیا کہ وہ نخوت کی راہ سے اپنے آپ کو اپنی قوم کو نبی اسمٰعیل سے عالی درجہ سمجھتے تھے۔ ان کے اس تکبر نے اجازت نہیں دی کہ وہ غیر قوم کے نبی کی فرمانبرداری کریں اور یہ بات علم الٰہی میں قرار پا چکی ہے کہ قیامت کے دن ہر صاحب نخوت آدمی کو اس طرح کا عذاب ہوگا جس میں اس کی ذلت ہو۔

چنانچہ مسند امام احمد نسائی اور ترمذی میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کے جسم کے برابر آدمی کی صورت میں اٹھیں گے اور تمام مخلوقات کی روندن میں آئیں گے تاکہ سب مخلوقات میں ان کی ذلت ہو'' (۴۴)۔

د۔ تفسیر القرآن باقوال صحابہ وتابعین

ا۔ اقوال صحابہؓ کے اخذ وترجیح کا معیار

اس سے قبل کہ ہم مولانا سید احمد حسنؒ محدث کے اس منہج تفسیر کو بیان کریں، تفسیر صحابہ کی اہمیت کا مختصر تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر صحابہؓ کی اہمیت

تفسیر صحابہؓ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو صحابی نزول وحی کے وقت موجود ہو اس کی تفسیر حدیث مرفوع کی حیثیت کا درجہ رکھتی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔ امام حاکم لکھتے ہیں:

''حدیث کا طالب علم آگاہ رہے کہ جو صحابی نزول وحی کے وقت موجود ہو اس کی تفسیر شیخین (امام بخاری ومسلم)

کے نزدیک حدیث مرفوع کا درجہ رکھتی ہے''(۴۵)۔

مزید برآں صحابہ کرامؓ کی اس جماعت نے پہلے اپنی زندگیوں کو پیغمبر خدا کے مطابق ڈھالا ان سے قرآن سیکھا۔ یہ لوگ اسباب نزول کے ماہر، ناسخ ومنسوخ کے عالم اور منشائے الٰہی کے رمز شناس تھے۔ گو عرب ہونے کے ناطے صحابہؓ کو قرآن پاک عمومی معنی متعین کرنے میں دقت پیش نہیں آتی تھی۔ لیکن قرآن کی ایک خاص اصطلاحی زبان بھی تو ہے جس میں صوم، زکوٰۃ، حج، جہاد، اخلاق، بروتقویٰ، اثم وعدوان، معروف ومنکر، نکاح وطلاق کی اصطلاحات بھی ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے ان اصطلاحات اور رموز کی تفہیم بالمشافہ حضور اکرم ﷺ سے حاصل کی اور آگے امت کو منتقل کیا(۴۶)۔

صحابہ کرامؓ قرآن کی وہی تفسیر بیان کرتے، جو بالواسطہ یا بلا واسطہ رسول اکرم ﷺ سے سنتے یا جس آیت کا سبب نزول انہوں نے خود ملاحظہ کیا ہوتا، یا جو چیز بطریق اجتہاد واستنباط ان پر منکشف ہوتی۔

الغرض صحابہ کرام کی تفسیر، نبی کریم ﷺ کی تفسیر سے انتہائی زیادہ قریب اور انتہائی قابل اعتماد ہے، کیونکہ انہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے قرآن سیکھا اور وہ تمام قرائن واحوال بھی ان کے سامنے تھے جن میں قرآن نازل ہو رہا تھا، چند صحابہ تو تفسیر القرآن میں خاص مہارت کے حامل تھے جن میں خلفائے اربعہ، ابن عباس، ابن مسعود اور ابی بن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ شامل ہیں(۴۷)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ○الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاء بِنَاء وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّهِ أَندَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۴۸) کی تفسیر میں صحابہؓ کے ساتھ سلف کا بھی ذکر کیا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور سلف نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کے بت پرستوں منافقوں اور اہل کتاب سب کو ملا کر خالص عبادت الٰہی کی اور جس خالص توحید الٰہی کی ترغیب نبی آخر الزمان دلاتے تھے اس کے اتباع کی تاکید ان سب کو فرمائی ہے ﴿وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ ذرا غور کریں تو ان کو خود معلوم ہو جاوے گا کہ انسان اور اس کی راحت کا سامان سب کچھ جب خدا تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے تو خالص اس کی بندگی انسان کو لازم ہے''(۴۹)۔

اختلاف صحابہؓ

اگر کسی آیت کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف ہو تو راجح بات ذکر کرتے ہیں:

مولانا سید احمد حسن محدثؒ تفسیر احسن التفاسیر میں صحابہ اور تابعی کے اختلاف کو بیان کرنے کے بعد راجح قول اور اس کی تائید کے لیے حدیث پیش کرتے ہیں: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمان: ﴿الـذيـن آمـنـوا ... وحسـن

مـآب ﴾(۵۰) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''طوبیٰ کی تفسیر میں مفسروں کا اختلاف ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رحمت اور آنکھوں میں ٹھنڈک۔قتادہؒ کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ آخرت میں ان کو بہتری ہوگی۔مگر راجح قول ''طوبیٰ'' کی تفسیر یہ ہے کہ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے، معتبر سند سے مسند امام احمد تفسیر ابن ابی حاتم بیہقی وغیرہ میں عتبہ بن عبد سے ایک حدیث ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت محمدﷺ سے آ کر پوچھا کہ کیا جنت میں میوے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے اس کے انگور کے گوشے بڑے بڑے ہیں''(۵۱)۔

۲۔ اقوال تابعین سے استشہاد

مولانا سید احمد حسنؒ نے تفسیر القرآن میں اقوال تابعین کا اہتمام کیا ہے اور ان سے استشہاد کا اسلوب اختیار کیا ہے، قرآنی آیات کی تشریح وتوضیح میں مولانا سید احمد حسنؒ تابعین کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں۔

''احسن التفاسیر'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''چوتھا درجہ تفسیر کا یہ ہے کہ تابعین کے قول سے قرآن کی تفسیر کی جائے کیونکہ تفسیر کے باب میں یہ جو کچھ کہتے ہیں صحابہ سے سن کر کہتے ہیں۔اگرچہ ایک روایت میں امام احمدؒ نے اور اس طرح بعض اور علماء نے تابعیوں کے قول کو تفسیر ٹھہرانے میں اختلاف کیا ہے۔

لیکن جمہور تبع تابعیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تفسیر کے باب میں مفسر تابعی جو کچھ کہتے ہیں وہ صحابہ سے سن کر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح صحابہ کو یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ قرآن شریف کی تفسیر میں اپنی طرف سے عقلی طور پر کچھ کہنا دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے، اس طرح یہ بات تابعیوں کو بھی معلوم تھی پھر تابعیوں کی نسبت بھی یہ گمان جائز نہیں ہے کہ بغیر صحابہ سے سننے کے وہ کسی آیات کا مطلب اپنی طرف سے عقلی طور پر بیان کریں گے(۵۲)۔

مولانا سید احمد حسنؒ نے اقوال تابعین سے استشہاد کے سلسلہ میں جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کی مثالیں یہ ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ﴾(۵۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اگرچہ مجاہد کا قول یہ ہے کہ بڑی خبر سے مراد قرآن شریف ہے لیکن قتادہ اور اکثر سلف کا قول یہ ہے کہ بڑی خبر سے مراد حشر اور قیامت ہے۔آگے کی آیتوں میں خود اللہ تعالیٰ نے بھی قیامت کا ہی ذکر فرمایا ہے۔اس لیے یہی قول قرآن شریف کے مطلب کے موافق معلوم ہوتا ہے''(۵۴)۔

۳۔ لغوی مسائل پر نظر

قرآن پاک چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا اس لئے، اس کا صحیح فہم حاصل کرنے کے لیے عربی لغت کا علم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔مولانا سید احمد حسنؒ نے احسن التفاسیر میں زیادہ تفسیر قرآن وحدیث اقوال صحابہ وتابعین سے کی

ہے۔آپ نے نحوی مسائل اور ان کے اختلافات سے گریز کیا ہے کیونکہ آپ کا تفسیر میں منہج تفسیر بالماثور تھا۔لغت عرب سے حسبِ ضرورت تعریف اور صحیح معنی ومفہوم کی حد استفادہ کیا ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ٥ والَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْکَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِکَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُون﴾(۵۵) کی تفسیر میں ایمان اور غیب کے معانی اور مطالب بیان کیے ہیں:

ایمان: ''ایمان کا لفظ قرآن شریف میں جہاں اعمال کے لفظ کے ساتھ آیا ہے وہاں اس کے معنی دلی یقین کے ہیں اور جہاں بغیر لفظ اعمال کے آیا ہے وہاں اکثر سلف کے نزدیک اس سے اعتقاد قلبی اور قول زبانی اور عمل مراد ہے۔

غیب: عذاب قبر، حشر، پل صراط، جنت و دوزخ یہ سب غیب کے معنوں میں ہیں(۵۶)۔

کفر: اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عظِيْمٌ٥وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِيْنَ﴾(۵۷) کی تفسیر میں کفر کی اقسام بیان کی ہیں:

''علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں'':

ایک کفر جیسا فرعون کا کفر تھا کہ وہ اللہ کی ذات کا ہی دل و زبان دونوں سے منکر تھا۔

دوسرا کفر اللہ تعالیٰ کو دل سے ماننا زبان سے اقرار نہ کرنا جیسے ابلیس کا کفر۔

تیسرا دل و زبان دونوں سے خدا کو ماننا لیکن اس کا حکم نہ ماننا جیسے ابوطالب اور اہل کتاب کا کفر۔

چوتھا کفر منافقوں کا کہ زبان سے سب کچھ کہنا اور دل میں کچھ نہ ہونا(۵۸)۔

نفاق: اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۵۹) کی تفسیر میں نفاق کی اقسام بیان کی ہیں:

نفاق دو طرح کا ہے: ایک تو اعتقادی جیسے اسلام کے زور کے وقت ان لوگوں میں تھا۔

دوسرا عملی، صحیح حدیثوں میں اس کی نشانیاں جھوٹ بولنا، خیانت، وعدہ خلافی، گالیاں بکنا، عہد شکنی آئی ہیں(۶۰)۔

منافق: منافق وہ ہے جو زبان سے اچھی بات کہے اور دل میں اس کے بدی ہو(۶۱)۔

ص۔ تفسیر کا ادبی پہلو

مولانا سید احمد حسنؒ محدث نے تفسیر میں حسب ضرورت ادب کا بھی خیال رکھا ہے۔ ان میں سے ربط آیات اور عربی محاورے نمایاں ہیں۔

ا۔ ربط آیات

ربط آیات کے بارے میں مولانا سید احمد حسن محدثؒ تفسیر کے مقدمہ میں خود رقم طراز ہیں کہ کا موقف انہوں نے خود مقدمہ میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں ''ایک مضمون کی چند آیتیں ہیں وہاں تو اگلی، پچھلی آیتوں میں بلا تکلف ربط پیدا ہوسکتا ہے اور جہاں اوپر کی آیتوں کا مضمون جدا ہے اور نیچے کی آیتوں کا جدا، ایسے موقع پر حافظ ابوجعفر ابن جریر اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیروں میں اوپر نیچے کے عقلی ربط کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ اس اردو تفسیر کی بنیاد ان ہی نقلی معتبر تفسیروں پر رکھی گئی ہے۔ اس لیے اس میں بھی آیتوں کے عقلی ربط کے پیدا کرنے کا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا بلکہ قرآن شریف کے اوپر نیچے کے مضمون کی مدد سے جو ربط دو آیتوں کا ان معتبر تفسیروں میں تھا۔ وہی بیان کر دیا گیا ہے۔ تا کہ عقلی ربط کے بیان کرنے سے تفسیر کی بنیاد ضعیف نہ ہو جائے (۶۲)۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ٥ يُخَادِعُونَ اللّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنفُسَهُم وَمَا يَشْعُرُونَ ٥ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّهُ مَرَضاً وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴾ (۶۳)۔

تفسیر میں صاحب تفسیر نے سورہ کے آغاز سے یہاں تک کے قرآنی مضامین کو مربوط انداز میں بیان کیا ہے:

لکھتے ہیں: ''شروع سورہ سے یہاں تک چار آیتوں میں خالص مومنوں کا ذکر تھا۔ اور پھر دو آیتوں میں خالص کافروں کا اب ان تیرہ آیتوں میں منافقوں کا ذکر ہے۔ منافق وہ ہے جو زبان سے اچھی بات کہے اور دل میں اس کے بدی ہو۔ منافقوں کا ذکر قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد شروع ہوا ہے۔ ہجرت سے پہلے جس قدر حصہ قرآن شریف کا مکہ میں اترا ہے اس میں منافقوں کا ذکر اس واسطے نہیں ہے کہ مکہ میں یا کھلم کھلا مسلمان تھے یا کافر منافق لوگ وہاں نہیں تھے کیونکہ مکہ میں کفار کا غلبہ تھا جس کے سبب سے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا'' (۶۴)۔

۲۔ عربی محاورہ

مولانا سید احمد حسن محدثؒ نے آیات کی تفسیر میں موقع کی مناسبت سے عربی محاورہ بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً سورہ

ھود کی آیت ۶۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ﴿أَخَذَ بِنَا صِيتَهَا﴾: عرب کا ایک محاورہ ہے جو فرمانبرداری کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

نتائج

☆ یہ تفسیر ''تفسیر بالماثور'' کی نمائندہ تفسیر ہے

☆ اس تفسیر کے مطالعے سے قرآن مجید کے فہم میں بہت مدد ملتی ہے۔

☆ اس تفسیر کے مطالعہ سے فہم حدیث میں مدد ملتی ہے۔

☆ بہت سے مشکل مقامات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

☆ کئی موضوعات سے متعلق قرآن مجید کے مختلف مقامات کی آیات کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے۔ان کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

☆ بعض آیات کے ظاہری تعارض کو دور کیا گیا ہے۔اس سے مبہم مقامات کی تشریح ہو جاتی ہے۔

☆ محذوفات کے متعلق مولانا صاحب نے نہایت خوبصورت انداز اختیار فرمایا ہے۔

☆ تفسیر بالرائے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

☆ اس تفسیر کے مطالعہ سے بہت سے لغت کے مسائل کی معلومات بھی حاصل ہوتی ہے

☆ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس تفسیر کا مطالعہ ہر لحاظ سے مفید ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ذہبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسر ون (قاہرہ، دارالکتب الحدیثہ) ۱/۳۳۶۔

۲۔ مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن (المکہ المکرّمہ، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع) ص: ۳۴۰-۳۴۳۔

۳۔ حریری، غلام احمد، پروفیسر، تاریخ تفسیر ومفسرون (فیصل آباد، ملک سنز ناشران وتاجران کتب ۲۰۰۴ء) ص: ۵۲۹۔

۴۔ ذہبی، التفسیر والمفسر ون، (القاہرہ، دارالکتب الحدیثہ) ۱/۴۱۷۔

۵۔ ابن تیمیہ، امام، مقدمہ فی اصول التفسیر (دمشق) ۴۲۔

۶۔ مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن (الریاض، مکتبہ المعارف لنشر والتوزیع) ص: ۳۴۰۔

۷۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۸۳۔

۸۔ سورۃ النحل، ۱۶: ۳۶۔

۹۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر (لاہور، المکتبہ السّلفیہ) ۱/۱۰۰۔

۱۰۔ سورۃ الرعد، ۱۳: ۲۷، ۲۸۔

۱۱۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۳/۲۳۔

۱۲۔ سورۃ الانفال، ۸: ۲۔

۱۳۔ دہلوی، سید احمد حسن، احسن التفاسیر، ۲/۳۴۹۔

۱۴۔ سورۃ الشعراء، ۲۶: ۱۰-۱۳۔

۱۵۔ سورۃ طٰہٰ، ۲۰: ۲۵-۲۸۔

۱۶۔ سورۃ الشعراء، ۲۰: ۳۶۔

۱۷۔ دہلوی، سید احمد حسن، احسن التفاسیر، ۴/۱۶۷-۱۶۸۔

۱۸۔ سورۃ النحل، ۱۶: ۲۵۔

۱۹۔ سورۃ الانعام، ۶: ۱۶۴۔

۲۰۔ سورۃ النجم، ۵۳: ۳۸۔

۲۱۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۳/۳۲۱۔

۲۲۔ سورۃ غافر، ۴۰: ۵۳-۵۴۔

۲۳۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۴۴۔

۲۴۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۶/۱۱۰۔

۲۵۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۱۳۔

۲۶۔ سورۃ یونس، ۱۰: ۱۹۔

۲۷۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۱۳۔

۲۸۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/۱۶۶۔

۲۹۔ قرآن مجید (۲۸): ۴۸۔

۳۰۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۵/۹۴۔

۳۱۔ ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، ۴۲۔

۳۲۔ سورۃ النحل، ۱۶: ۴۴۔

۳۳۔ سورۃ النحل، ۱۶: ۶۴۔

۳۴۔ ابوداؤد، السنن (الریاض، دارالسلام ۱۹۹۹ء) ص: ۶۵۱، حدیث نمبر ۴۶۰۴۔

۳۵۔ عظیم آبادی، شمس الحق، عون المعبود (ملتان، نشر السنہ) ۴/۳۲۸۔

۳۶۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالہ (مصر، مصطفی البابی الحلبی واولادہ) ص: ۹۲۔

۳۷۔ سورۃ الرعد، ۱۳: ۱۱۔

۳۸۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۳/۲۱۸۔۲۱۹۔

۳۹۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۶۔

۴۰۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۲/۳۲۔۳۳۔

۴۱۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۶۔

۴۲۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/۷۷۔

۴۳۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۹۰۔

۴۴۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/۱۰۴۔۱۰۵۔

۴۵۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، معرفہ علوم الحدیث، (بیروت، داراحیاء العلوم ۱۹۹۷ء) ص: ۶۱۔

۴۶۔ ابن الصلاح، المقدمہ (ملتان، فاروقی کتب خانہ) ص: ۱۴۶۔

۴۷۔ سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، (المدینۃ المنورۃ، المکتبۃ العلمیہ، ۱۹۵۹ء) ص: ۴۰۴۔۴۰۵۔

۴۸۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۲۱۔۲۲۔

۴۹۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/۷۵۔

۵۰۔ سورۃ العنکبوت، ۲۹: ۲۔۱۳۔

۵۱۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۳/۲۳۲۔

۵۲۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/۳۲۔

۵۳۔ سورۃ النبأ، ۷۸: ۱۔۲۔

۵۴۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۷/۲۵۱۔

۵۵۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۳۔۴۔

۵۶۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/۷۱۔

۵۷۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۷،۸۔

۵۸۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/ ۷۱۔

۵۹۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۸۔

۶۰۔ دہلوی، احمد حسن، احسن التفاسیر، ۱/ ۷۴۔

۶۱۔ ایضاً، ۱/ ۷۲۔

۶۲۔ ایضاً، ۱/ مقدمہ۔

۶۳۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۸۔۱۰۔

۶۴۔ دہلوی، سید احمد حسن، محدث، احسن التفاسیر، ۱/ ۷۲۔۷۳۔

۶۵۔ ایضاً، ۳/ ۱۰۸۔